© rasailojaraid.com

حافظ راشدالحق حقانی

ذوق پرواز

قسط (7)

سفر نامہ یورپ

لیئے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب
جادۂ راہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

انگلستان میں قیام کے دوران ایک دفعہ ایک چھوٹے شہر میں جانا ہوا، ساتھ ہی ایک چرچ نظر آیا۔ "جستجوء طلب" اس طرف بھی لے گئی اور کلیسا کی "چوکٹ" کو بھی پار کرلیا۔ کہ یہاں کیا کچھ ہورہا ہے؟ کلیسا میں صرف معمر افراد کی بھیڑ تھی، کیونکہ نوجوان نسل کلبوں میں ہوتی ہے۔ نئی نسل مذہب چرچ، بائبل وغیرہ کو فرسودہ سمجھتی ہے۔ چرچ میں بڑے بڑے مجسمے تھے۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم اور سینٹ پال کے مجسمے خصوصیت کے ساتھ نصب تھے۔ ہال کے اندر کوئی سو ڈیڑھ سو کے قریب افراد کسی دھن پر اپنے مذہبی گیت گا رہے تھے۔ کلیسا ان کے شور وغل اور ہنگاموں کی گونج سے لرز رہا تھا۔ چرچ میں رنگ وروغن، نقش آرائی اور نغمہ پیرائی زوروں پر تھی۔ اور درمیان میں بڑی بڑی شمعیں شمع دانوں میں جل رہی تھیں۔ لیکن یہ "حقیقی" روشنی سے خالی تھیں۔ ان سے ہدایت کی لو نہیں آرہی تھی بلکہ ضلالت وگمراہی کا دھواں تھا جو یہاں ہر سو پھیلا ہوا تھا۔ کلیسا میں ایک جانب پینٹنگز بنانے کیلئے ایک خاص قسم کے کاغذ بیچے جارہے تھے، جن پر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کی تصاویر بنا رہے تھے دیکھئے ان لوگوں نے کلیسا میں بھی سوداگری کا بازار گرم کررکھا ہے۔اور ان کی سرپرستی خود ارباب کلیسا کررہے ہیں۔ ع کلیسا کی ادا سودا گرانہ

کلیسا اپنی تمام تر ہنگامہ آرائی اور زیب وزینت کے باوجود مسجد کی سادگی وقار تمکنت کا مقابلہ نہیں کرسکتی، نہ ہی اس میں وہ زمزمۂ قرآنی کی لذت ہے اور نہ نغمہ توحید کی لے ہے۔ مسجد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی گھاس کی بنی ہوئی چٹائیاں اور کھجور کے چھالوں کی صفیں ان قیمتی بینچوں پر بھاری ہیں۔

ع غریب وسادہ و رنگیں ہے داستان حرم

اس گھٹن کی فضاء نے تھوڑی ہی دیر میں یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا، اور میرے ہی طرح ہر شخص کے چہرے پر بیزاری کے علامات نمایاں تھے، انسانوں کو چھوڑیئے حتیٰ کہ جمادات، نباتات بھی افسردہ تھے چنانچہ وہ بھی میرے سانجھ اس بزم پریشاں سے سبک سری کے ساتھ باہر کھلی فضاء میں نکل آئے

؎ بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل

جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

لنڈن میں ایک عیسائی راھب سے سر راہ دلچسپ ملاقات :۔

لنڈن میں بارکینگ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں مقیم تھا۔ یہ ۱۹۹۳ء کی بات ہے۔ ایک دن چلتے چلتے راستے میں ایک نوجوان لڑکا ملا۔ اور اس کے ہاتھوں میں کوئی کتاب تھی۔ اور وہ اس سے کھیل رہا تھا۔ اس نے ہم سے کہا ایکس کیوزمی! میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے دوست جو وہیں رہتے ہیں۔ نے کہا کہ سوری وی آر دی مسلم۔ اور مجھے اندازے سے بتایا کہ یہ چرچ کا بندہ ہے۔ اور یہ گشت اور تبلیغ پر ہے۔ اس سے جان چھڑاؤ۔ میں نے کہا کہ نہیں ٹھرو یہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس لڑکے نے کہا کہ میں چرچ سے آیا ہوں آپ لوگوں کو اس "ہولی بک" (مقدس کتاب بائبل) کے چند چیپٹرز سناتا ہوں۔ میرے دوست نے کہا کہ تم جو اس کتاب میں سے سناؤ گے میرا یہ دوست (راقم) اپنی مذہبی کتاب (قرآن) کا حافظ ہے۔ یہ سن کر اس لڑکے کو یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی اتنی بڑی کتاب زبانی یاد کر سکتا ہے؟ وہ بولا ایم پاسیبل۔ درحقیقت اس کا یہ عتراض اپنی ملت پر قیاس کیوجہ سے برحق تھا۔ کیونکہ پوری دنیا میں ایک بھی عیسائی "حافظ انجیل" نہیں۔ بہرحال اس نے تعجب اور حیرت میں میرا امتحان لینا چاہا۔ کہ تمھاری مذہبی کتاب مریم اور جیسز (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں کیا کہتی ہے؟ میں نے اس کو بتایا کہ تم صرف ذکر کا پوچھ رہے ہو۔ حالانکہ قرآن میں حضرت مریم کے متعلق پوری سورۃ (سورۃ مریم) موجود ہے۔ میں نے اس کو بتایا کہ ہم تثلیث کے قائل نہیں۔ ہم فرزندان توحید ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے۔ اور قیامت قائم ہونے سے پہلے محمدؐ کی امتی بن کر دوبارہ زمین پر تشریف لائینگے۔ میرے دوست نے اس کو انگلش میں میری بات مزید تفصیل کیساتھ سمجھائی۔ میں نے اس کو کہا کہ یہ قرآن اور اسلام کی حقانیت ہے کہ یہاں لنڈن میں بارکینگ کے فٹ پاتھ پر تم سے ایک حافظ قرآن مل رہا ہے۔ ایسے میری طرح لاکھوں، ہزاروں مسلمان انگلستان سمیت پوری دنیا میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھیلے ہوئے ہیں ۔ جن کے سینوں میں قرآن پاک کی شمعیں فروزاں ہیں ۔ میں نے اس کو یہ بھی بتایا کہ تم اپنی مذہبی کتاب کیساتھ کھیل رہے ہو اور ہم اپنی مذہبی کتاب کو سینے سے لگا کر محفوظ رکھتے ہیں ۔ میری گفتگو سننے کے بعد اسکے چہرے کی کتاب پر کئی مدوجزر ابھرے ، اور حیرت تذبذب اور شک اور بیچارگی ۔ کے کئی رنگ آتے جاتے رہے ۔ اس کو چلنے کی جلدی پڑگئی ۔ اب میں نے دوبارہ اس سے ملنے کی خواہش کی لیکن آگے سے کوئی جواب نہیں ملا ۔

برصغیر میں مغربی قوتوں کی آمد اور ان کا غاصبانہ تسلط :-

برصغیر کے ساحلوں پر انگریز سولھویں صدی میں نورالدین محمد جہانگیرؒ کے دور حکومت میں ہندوستان میں داخل ہوئے ۔ اور شروع میں انہوں نے تاجروں کا روپ اختیار کیا ۔ آہستہ آہستہ یہ گورے ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں یہاں پر اپنا تسلط قائم کرنے لگے ۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہاں کے بااثر اور صاحب حیثیت لوگوں سے رسم وراہ بڑھائی اور خصوصاً انہوں نے ضمیر فروشوں کی ایک بہت بڑی تعداد تیار کرلی ۔ جن سے انہوں نے اپنے مقاصد کے حصول میں بڑی مدد حاصل کی ۔ بعد میں انہی لوگوں کو انہوں نے بڑی بڑی جاگیریں ، زمینیں اور خطابات عطا کیئے ۔ دراصل برصغیر میں انگریزوں کی آمد سے پہلے یورپ کے ایک اور چھوٹے سے ملک پرتگال کے باشندوں نے ہندوستان کو اپنی کالونی بنالیا تھا ۔ پرتگال کے بادشاہ نے ہندوستان کا سمندری راستہ تلاش کرنے کیلئے واسکوڈے گاما (1460-1524) کو اس بحری مشن کو سر کرنے کیلئے ہندوستان بھیجا ۔ جس نے دس ماہ کی مدت میں ہندوستان کا سمندری راستہ (راس امید) افریقہ کے گرد چکر لگاکر دریافت کیا اور ۲۰ مئی ۱۴۹۸ء میں ہندوستان کے بڑے تجارتی مرکز کالی کٹ کے ساحلوں پر پہنچا ۔ یہاں کے حکمران (زامورن) نے اس کا خیر مقدم کیا ۔ واسکوڈے گاما کچھ عرصہ یہاں رہا ۔ اور ہندوستان کی سرسبز وشاداب سرزمین اور اسکے قدرتی ذخائر اور معدنیات پر اسکی بری نظر پڑی ۔ اور انہوں نے خصوصاً گوا پر ۱۵۱۰ء میں مکمل قبضہ کرلیا بعد میں یہ اگست میں واپس ہوا اور پھر دوبارہ مکمل تیاری کے ساتھ ۱۵۲۴ء میں ہندوستان میں پہلا وائسرائے ہند مقرر ہوا ۔ اس ظالم انسان نے ہندوستان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ، اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے مسلمانوں کی تجارت پر بڑا برا اثر ڈالا ۔ اور مسلمان ممالک کو کافی نقصان پہنچایا ۔ واسکوڈے گاما نے مشرق ومغرب کے درمیان ایک مختصر راستہ دریافت کرلیا تھا ۔ اور یوں مغرب کو آسان قیمتوں پر اشیاء اور خام مال ملنے لگا ۔ رفتہ رفتہ انہوں نے کئی اہم جزائر اور آبی راستوں پر بھی اپنا قبضہ جمالیا ۔ اور کافی عرصہ تک پرتگالی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے رہے اور ان کی ترقی میں اضافہ ہونے لگا۔ پھر یورپ کی دوسری اقوام نے بھی برصغیر پر ہاتھ صاف کرنے کیلئے اس سوھنی دھرتی پر یلغار کردی، ان میں ویلندیزی، فرانسیسی اور انگریز سرفہرست تھے۔ ان میں ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سونے کی چڑیا ہمارے ہاتھ میں آجائے اور پھر کافی عرصہ تک یہ غاصبین اور نام ونہاد ترقی پسند آپس میں لڑتے رہے۔ پرتگالیوں کے بعد ویلندیزی کمپنی قائم ہوئی پھر کافی عرصہ بعد فرانسیسی آئے اور پھر ان کے بعد انگریز آئے۔ انہوں نے سب کو یہاں سے بےدخل کردیا اور بعد میں انیسویں صدی کے آخر نصف میں سارا برصغیر انگلستان کے قلمرو میں شامل ہوگیا۔ اور یوں اس کی بدبختی اور مصیبت کے دن شروع ہوگئے۔ اور پھر دوڈھائی سو سال تک غلامی کا طوق ہندوستان کے گلے میں پڑگیا۔

شہر لنڈن کے مشہور باغات اور پارک:-

لنڈن اور انگلستان کے سارے شہروں میں چوراہوں کے بیچ خوبصورت پودوں کی کیاریاں بنی ہوتی ہیں۔ جن میں نیلے، پیلے اودھے پھول اور سبزہ آنکھوں کو فرحت، ماحول کو تازگی بخشتے ہیں۔ اس کے ساتھ یورپ کے ہر شہر میں باغات اور پارک بہت زیادہ بنائے گئے ہیں۔ اور آپ کو ان باغات میں لوگ بہت زیادہ دیکھنے کو ملیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے ہسپتالوں میں مریض کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہمارے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ خصوصاً لنڈن کو باغات کا شہر کہا جاتا ہے باوجود اسکے کہ وہاں زمین کا انچ انچ نہایت ہی قیمتی ہے۔ لیکن پورے لنڈن کو انہوں نے باغات اور پارکوں سے مالامال کردیا ہے۔ میں نے کئی پارکوں میں چکر لگایا۔ لنڈن کے مشہور باغات یہ ہیں

(۱) (کیو گارڈن):- یہ لنڈن کا خوبصورت اور منفرد باغ ہے۔ جو ۲۸۸ ایکڑ پر محیط ہے۔ اس باغ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پر ساری دنیا کے مختلف پودے اور اقسام رکھے گئے ہیں۔ یہاں پر نباتات کی مختلف اقسام بھی جمع کی گئی ہیں۔ اس باغ میں پودوں، درختوں، نباتات وغیرہ پر ایک لائبریری بھی قائم کی گئی ہے۔ جس میں ان کے متعلق کافی اہم مواد اکھٹا کیا گیا ہے۔ یہ باغ ۱۷۵۹ء میں جارج سوم کی والدہ (آگستا) نے بنایا تھا۔ جو رفتہ رفتہ اس موجودہ عظیم باغ میں تبدیل ہوگیا۔ اسطرح لنڈن میں اور بھی کئی اہم پارک ہیں۔ جیسے سنیٹ جیمز پارک مشہور عالم ہائیڈ پارک جسکی تفصیلات میں پہلے بیان کرچکا ہوں۔ اسطرح کوئین میری گارڈن اور گرین واچ پارک یہ ایک خوبصورت اور دل فریب پارک ہے۔ بیٹی پارک: دریائے ٹیمز کے کنارے بنایا گیا ہے جو ایک ہزار ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔ چیلسی گارڈن: پھولوں کی وجہ سے مشہور ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کین وڈبارس : اپنی خوبصورت جھیلوں اور نفیس پھلوں کی وجہ سے مشہور ہے۔

مغرب کی برقی زندگی کے چند مشاہدے :-

مغرب میں برقی ترقی نے ہر شئی کو برق رفتار کردیا ہے۔ یہاں تک کہ گوشت پوست کے خاک دان سفال کو بھی بجلی کا بنادیا ہے۔ انسانی پرزہ صبح سے لے کہ شام تک ایک سرکل میں رہتا ہے۔ پورا ہفتہ یونہی سرگرداں رہتا ہے۔ مادیت کی دوڑ میں یہ اتنا سرپٹ دوڑ رہا ہے کہ اس سے انسانی اقدار، رشتوں، سماج اور مذہب کی ساری منزلیں رہ گئی ہیں۔ ان لوگوں کی زندگی ویک اینڈ نائٹ اور سنڈے (اتوار) تک محدود ہوکر رہ گئی ہے۔ باقی کسی شخص کے پاس ہیلو ہائے کا وقت بھی نہیں ہوتا۔ بیماری ہو یا کوئی اور گھریلو پریشانی ہو مغرب کا آدمی اپنا کام نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ ہر حالت میں کام پر جائے گا۔ تمام عمر یہ لوگ کام میں جتے ہوتے ہیں۔ آخر عمر میں جب یہ لوگ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو بچے بھی ان کو بے یار ومددگار چھوڑ دیتے ہیں۔ یا پھر اولاد اپنے بوڑھے والدین کو "اولڈ سینٹر" میں بھیج دیتے ہیں، جہاں پر ان سے بات کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ یہ بوڑھے صرف اپنی موت کا انتظار کرتے ہیں۔ انکی اپنی اولاد اپنے والدین کا حال بہت کم پوچھتی ہے یہ بوڑھے اپنے بچوں کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے مدتوں بے قرار رہتے ہیں۔ آپ کسی بھی پارک میں چلے جائیں آپ سے کوئی نہ کوئی بوڑھا ضرور بات کرنے کیلئے ماہئی بے آب کی طرح بیتاب نظر آئیگا۔ حتیٰ کہ یہ بوڑھے بعض اوقات لوگوں کو پیسوں کی پیشکش بھی کرتے ہیں کہ ہمیں تھوڑا سا وقت دے دو۔ بوڑھوں کیلئے یورپ میں اب ڈیتھ انجکشن بھی ایجاد ہوا ہے اور اگر کوئی اپنی خوشی یا کسی رشتہ دار کی اجازت سے اس کا استعمال کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ یہ ہے یورپ کی خوشحال اور مادی زندگی کا "حسن خاتمہ" ہالینڈ کے شہر ہیگ میں ہم جس جگہ رہتے تھے اس کے نیچے ایک تنہا بوڑھا شخص رہتا تھا جس کی بیوی مرچکی تھی اور بچے اس کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ بوڑھا شخص سارا کام کاج خود کرتا ہے۔ اور عصر کے وقت کھڑکی میں بیٹھ کر سرراہ چلتے ہوئے لوگوں کو حسرت سے دیکھتا ہے اور غالباً "لیت الشاب یعود" کا "ورد" کرتا رہتا ہے۔ اسکی آنکھوں میں میں نے کئی دفعہ آنسوؤں کے موتی دیکھے۔ جو بہ زبان حال کہہ رہے تھے۔

ع تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے ؟

انگریز قوم پر ایک نظر:-

انگریز قوم بولنے میں بڑی بخیل واقع ہوئی ہے، ہر وقت لب اظہار پر خاموشی کے تالے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ چہروں پر سنجیدگی اور متانت کے شوق میں تقریباً نیم غصہ کی سی کیفیت میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ان کا زیادہ سے زیادہ تکلف ہلو ہائے تک ہوتا ہے۔ اور کبھی بڑی فیاضی کا مظاہرہ کردیتے ہیں تو ایک عدد ہلکی مسکان سے آپ کی تواضع ہوسکتی ہے۔ شاید کہیں سے انہوں نے اردو کا یہ شعر سن لیا ہو:

ع ایک تبسم ہزار شکوؤں کا کتنا حسیں جواب ہوتا ہے

یورپ میں غالباً انگریز قوم ابتک اپنی قدامت پسندی، وضع داری، رکھ رکھاؤ کا خاصا خیال کررہی ہے۔ ان انگریزوں کی سر سے ابھی تک سپر طاقت ہونے کا نشہ نہیں اترا، رسی جل گئی پر بل نہ گیا بلکہ ابھی تک ھرا ہے اور کسی بھی صورت میں ان کا یہ خمار ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہا۔ اگر آپ یورپ کے تمام ممالک اور اقوام کا جائزہ لے لیں اور پھر اس کے بعد آپ انگلینڈ آئیں تو آپ کو ان کے درمیان ایک بڑا واضح فرق نظر آئے گا۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ یکایک کسی دوسری ہی دنیا میں پہنچ گیا ہوں۔ آپ کو انگلستان میں ہر طرف سوٹیڈ بوٹیڈ انگریز پینٹ، کوٹ یا پھر تھری پیس سوٹ میں ملبوس نظر آئینگے۔ انگریزوں کی خوش لباسی دنیا میں مشہور ہے اور یہ اچھے لباس کے بڑے شوقین ہیں۔ لیکن اب آہستہ آہستہ نئی نسل لباس، وضع داری، روایت پسندی کو چھوڑ رہی ہے اور انگریزوں کی یہ آخری نسل ہے جو اپنے روایتی لباس اور روایات کا آج کے زمانے میں بھی خیال رکھ رہے ہیں۔ اور ابھی تک ماضی سے چمٹے ہوئے ہیں، اب جو انگریزوں کی نئی "کھیپ" تیار ہورہی ہے یہ ایک نئی مخلوق ہے شاید خلائی مخلوق کہنا اسے بہتر ہوگا، جو اپنی روایات، تہذیب وتمدن، مذہب، چرچ، بائیبل، انسانی اقدار اور رشتوں اور حتیٰ کہ والدین سے بھی گلوخلاصی پر تلے ہوئے ہیں۔ مادیت، لامذھبیت روپے پیسے کی فراوانیت اور عیاشی کے تخم وفساد نے انکے دماغوں میں خوب برگ وبار پھیلا دیئے ہیں۔ آپ انکی ایک جھلک انگلینڈ کے ہر شہر میں دیکھ سکتے ہیں۔ اور خصوصاً ٹریفالگر سکوائر، آکسفورڈ سٹریٹ، پیکاڈلی سرکس وغیرہ میں تو جگہ جگہ شاہراہوں، فٹ پاتوں اور پارکوں میں یہ مخلوق ٹولیوں کی صورت میں مٹر گشت کرتے ہوئے آپ کو ملے گی۔ یہ حیوان نما انسان ایسی ایسی حرکات اور صورتیں بنائے پھرتے ہیں کہ فلک نے پہلے ایسی قبیح اور تمسخر آمیز صورتیں نہیں دیکھی ہوگی، پھر ان کا مختصر لباس بھی ننگ وجود ہی ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بدبخت اس برائے نام لباس کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ غالباً غالب نے ان "یاران بے لباس و جامہ" کیلئے ہی کہا تھا ع میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان لڑکوں نے اپنے بالوں کو کئی طرح کے رنگ دیئے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ سر کو سات سات رنگوں سے رنگا جاتا ہے، پھر ان میں جو سب سے زیادہ فیشن کا "علمبردار" ہوتا ہے وہ اپنے سر کو دونوں طرف سے گنجا کر کے درمیان میں مرغ کے "قلغی" کی طرح بالوں کو کریم کی مدد سے کھڑا کر دیتا ہے یہ ان کے نزدیک فیشن کی "اعلیٰ معراج" ہے۔ کئی لوگوں نے سر میں مختلف قسم کی ٹاکیاں بنائی ہوتی ہیں اور سروں میں مختلف نقشے اور تصاویر بھی بنائے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے جسموں پر رنگ برنگ نشانات اور تصاویر، پھول بوٹے منقش کئے ہوتے ہیں اور نوجوانوں نے خصوصاً بازوں پر سانپ اور بچھو اور دنیا جہاں کے حشرات الارض کی تصاویر اپنے جسم میں کندہ کی ہوئی ہوتی ہے، یہ بھی فیشن کا ایک انوکھا انداز" دلربا" ہے۔ پھر ایک عجیب فیشن ان لوگوں کا یہ بھی ہے کہ جسم کے مختلف حصوں میں سوراخ کر کے بالیاں اور کڑے لٹکاتے ہیں۔ خصوصاً کان میں دس بارہ بالیاں ہوتی ہیں، ناک میں پانچ چھ بالیاں ہوتی ہیں۔ آپکو تعجب ہوگا کہ یہ کام لڑکیوں کی نسبت مردوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ سر کو گنجا کر کے مختلف حصوں میں بالیاں گاڑ دی جاتی ہیں، پیٹ کے ناف میں بھی اسی طرح بڑی بڑی بالیاں یہ لوگ گاڑتے ہیں، اسی طرح ہونٹوں میں، آبروؤں میں چہرے پر گالوں میں اور حتیٰ کہ زبان میں بھی بالیاں گاڑی ہوتی ہیں۔ صحیح معنیٰ میں انہوں نے اپنے ساتھ "مثلہ" کیا ہوتا ہے اور سلاسل کا زیادہ سے زیادہ بار گراں ان کا سرمایہ افتخار ہوتا ہے۔ ان کو دیکھ کر رحم بھی آتا ہے کہ معلوم نہیں اپنے جسموں کو یہ اذیت اور تکلیف دے کر کونسی راحت اور کس قسم کا فیشن حاصل کر رہے ہیں۔ اقبالؒ نے ان گندے انڈوں کے بارے میں بہت پہلے کہہ دیا تھا:

؎ نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

یہ دور جدید اور "تہذیب یافتہ" مغرب کی وہ مکروہ اور مسخ شکل ہے جس کو دیکھ کر انسان پر کپکپی طاری ہوتی ہے۔ ان سے تو زمانہ قدیم کے غاروں میں رہنے والے انسان ہی بہتر تھے جو کم از کم اپنے ساتھ ایسا بہیمانہ سلوک تو نہیں کرتے تھے۔ یہودیوں نے بڑی عظیم سازش کے تحت عالم عیسائیت اور اس کے معاشرے اور نوجوانوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس لئے ہی مشہور فلسفی نیٹشے یہودیوں کو یورپ کے لئے عذاب سمجھتا تھا، اسی طرح جرمنی کے ہراڈولف ہٹلر نے یہودیوں کے کرتوتوں اور سازشوں اور انکے مکروہ کردار کا اپنی کتاب " میری جدوجہد" میں بھرپور انداز میں نقاب کشائی کی ہے اس نے (اس کتاب کا ترجمہ ۱۹۳۸ء میں پہلی مرتبہ اردو میں ہوا) اس نے یہودیوں کا خوب صفایا بھی کیا۔ اور لاکھوں یہودیوں کو گیس چمبر میں گزار کر جہنم رسید کر دیا تھا۔ یہودیوں نے عالم اسلام اور عالم عیسائیت کے خلاف جتنی سازشیں کی ہیں ان تمام سازشوں کے تار و پود ہندوستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے فاضل دانشور اور محقق جناب اسرار عالم صاحب نے اپنی تصنیفات اور تالیفات کے ذریعے اکھیڑ دیئے ہیں ۔ میرے خیال میں یہودیت اور ان کے سازشوں پر زمانہ حال میں ان جیسی نگاہ کسی کی بھی نہیں ہے ۔ انہوں نے یہودیوں کے سارے منصوبے اپنی گراں قدر کتابوں میں امت مسلمہ کے سامنے پیش کردیئے ہیں ۔ اس سلسلے میں ان کی دو اہم کتابیں (۱) عالم اسلام کی صورتحال (۲) عالم اسلام کی اخلاقی صورتحال نہایت اہم ہیں ۔ اسی طرح مغرب نے پوری دنیا پر اور خصوصاً عالم اسلام پر اپنا کلچر ایمپلریزم (CLTURAL IMPERIALISM) مسلط کرنے کا منصوبہ شروع کررکھا ہے ۔ امریکن ٹی وی (سی این این) اور ایس ٹی این اور وائس آف امریکہ اور انگلستان کے بی بی سی ورلڈ سروس وغیرہ اور میوزیک چینل وی (V)، سٹار پلس + اور سٹار موویز وغیرہ اہم ہیں، اور اب تو کمپیوٹر کے ذریعے ایک نئی سازش تیار کی گئی ہے اور وہ ہے انٹرنیٹ (Internet) جس پر اگرچہ مفید اور کارآمد اور علمی کام بھی ہوسکتا ہے لیکن اس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ فحاشی پھیلائی جارہی ہے ۔ اور آپ بیس پچیس روپے فی گھنٹہ میں امریکہ یا انگلستان وغیرہ سے ہرچیز دیکھ سکتے ہیں ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس سے منسلک افراد کی تعداد تقریباً سات کروڑ تک ہوگئی ہے ۔ اس کے ساتھ انہوں نے ای میل سروس (E Mail Services) بھی شروع کی ہے ۔ جو کہ انٹرنیٹ سسٹم کی طرح ایک حصہ ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ انگلستان میں قادیانیوں کا "مسلم چینل" بھی شروع کیا ہے ، جس کے ذریعے سے یہ مرتدین عالم اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں ۔ ان چینلز کے علاوہ ہندوستان بھی اپنی ثقافت ہم پر مسلط کررہا ہے ۔ اور ہم لوگ بے بس ہوکر ان کا تماشا کررہے ہیں ۔ ان کے خطرناک چینلز یہ ہیں : زی ٹی وی ، ایل ٹی وی اور دوردرشن وغیرہ اہم ہیں ۔ ان طاغوتی قوتوں نے اس بات کا ادراک کرلیا ہے بلکہ یہودیوں کی کچھ خفیہ دستاویزات کو میں نے پڑھا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ "مسلمان نوجوانوں کو عیاشی اور جنس پرستی کے ذریعے سے ختم کیا جاسکتا ہے" اور ان کو اندازہ ہے کہ آئندہ صدی میڈیا کی ہے ۔ اور اصل جنگ اب مواصلات ونشریات کے نفسیاتی حربے کے ذریعے کی جائیگی ۔ اور اب یہ ہر لحاظ سے عالم اسلام کے سرمایہ (نوجوانوں) پر بھی بذریعہ ڈش اینٹینا ، وی سی آر اور گندی فلموں اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ حملہ آور ہوچکا ہے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے ۔ کہ مسلمان نوجوانوں کو بھی عیسائی نوجوانوں کی طرح ناکارہ وبرباد کیا جائے ۔ میں نے عالم اسلام کے مختلف شہروں میں نوجوانوں کی بڑی تعداد کو یورپ کی تہذیب نو کی اتباع کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ بلکہ لندن فرانس وغیرہ میں تو ہمارے مسلمانوں کی اولاد اس قسم کی گھٹیاحرکات میں اپنے پیش رو (یہودونصاریٰ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔

ع یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یہ بدمعاشوں کا ٹولہ ہر وقت شور وغل اور شور شرابا، ہلڑ بازی سے آسمان سر پر اٹھائے پھرتے ہیں ان مرغان ہنگامہ آرا کی بے وقت وبے ہنگام ہنگامہ آرائی کو دیکھ کر کئی دفعہ ملکہ نورجہاں کا یہ مصرع ذہن میں گونجا۔ ع قتل کردن لازم است ایں مرغ بے ہنگام را

انگریزوں کی ساری روایات اور وضع داری اور نسلی تفاخر کا یہ "نونہالان انگلستان" بھرکس نکال رہے ہیں۔ اس نسل سے پہلے ستر کے دہائی میں ھپیوں (خانہ بدوش) کا ایک گروہ پیدا ہوا تھا جو لمبے لمبے بالوں اور گندے، میلے، کچیلے لباس اور خاکساری کیوجہ سے کافی مشہور ہوا تھا۔ انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں پوری مغربی دنیا اور امریکہ تک کو اپنے پلیٹ میں لے لیا تھا اور آہستہ آہستہ ہپی ازم کی یہ آکاش بیل پوری دنیا میں پھیل گئی تھی۔ یہ لوگ بعد میں سکون اور روحانیت کی تلاش میں دربدر پھرنے لگے اور ہندو مذہب میں انکو ظاہری آسودگی نظر آنے لگی اور ہندوجوگیوں کیطرح طرز زندگی کو انہوں نے پسند کیااور ہرے کرشنا ہرے رام کا نعرہ انہوں نے اپنالیا اور اپنے تئیں نجات کی سدرۃ المنتہی پر اپنے آپکو محسوس کرنے لگے، انہوں نے منشیات کا دھڑادھڑا استعمال شروع کیا اور چرس کے بھاری بدبودار دھویں میں یہ پناہ ڈھونڈنے لگے۔ چند لمحوں کی بے خودی کو یہ "مراقبہ" پر محمول کرتے۔

ص مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیئے

اس سکر کی کیفیت کو یہ ہندومذہب کا "کمال" بتاتے، لیکن چند دنوں بعد ہی ان "فریب خوردگان مذہب و دین" پر اصل ہندو مذہب کے "اسرار ورموز" کھلنے لگے۔ اور انکی صحتیں تباہ وبرباد ہونا شروع ہوئیں تو ان "زود پشیمانوں" کو احساس زیاں ہوا۔ اسی عرصہ میں ہپی ازم کی تحریک برصغیر اور ایشیاء ممالک پر ٹڈی دل کی طرح حملہ آور ہوئیں ان کے لئے بھنگ کی پتیوں میں ایسی کشش تھی کہ یورپ کا سرد موسم اور ساری سہولیات چھوڑ کر انہوں نے پاکستان، ہندوستان اور افغانستان کو اپنی آرزوں کی جنت تصور کیا اور خوب دل کھول کر دن رات نشہ کرتے رہے، کئی لوگ تو پھر واپس بھی نہ ہوئے اور چرس کی بھٹیوں پر جان دے دی۔

میں میکدہ کی راہ سے ہوکر نکل گیا ورنہ سفر حیات تو کافی طویل تھا

ان لوگوں نے اپنے ساتھ پاکستان، ہندوستان اور افغانستان میں بہت سی خرابیاں اور طرح طرح کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیماریاں ہمارے معاشرے میں پھیلائیں اور ہمارے نوجوانوں نے ان ہپیوں کی خراب حالت اور بگڑی صورتوں اور بڑے بالوں کا فیشن اپنالیا ۔ ان جاہلوں نے ان کی سستی اور غلاظت وغیرہ کو فیشن پر قیاس کیا اور خود بھی انکے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرنے لگے ۔ یہ لوگ ہنس کی چال میں اپنی چال بھی بھول گئے ، مختصراً ہپیوں کی تحریک کا گڑھ بھی انگلستان ہی تھا اور آج کل ہپیوں کے اس نئے ایڈیشن کا " چھاپہ خانہ " بھی یہی انگلستان ہے ۔ یہ لوگ ان سے بھی بدتر اور جاہل ہیں اور خطرناک بھی ۔ مغرب اور امریکہ ان سے کافی پریشان ہیں ، اب وہاں کے دانشور اور ارباب کلیسا سرجوڑ کر بیٹھ گئے ہیں کہ ان ناھنجاروں کو کیسے راہ راست پر لائیں ، لیکن

ع خود کردہ علاج نیست ؟

انگریز قوم کی چالاکی اور اسلام دشمنی کی چند مثالیں :-

میں فرہنگ کی عقل و دانش کا بالکل قائل نہیں ہوں اور نہ ہی یہاں کی چکاچوند سے میری آنکھیں خیرہ ہوسکیں ۔

ع خیرہ نہ کرسکی مجھے فرنگ کی دانش

البتہ اسکی چالاکی ، خودغرضی ، طویل منصوبہ بندی ، موقع شناسی ، مستقل مزاجی ، دھوکہ دہی ، جنگی حکمت عملی ، بداعتمادی ، وعدہ خلافی اور مکروفریب کا قائل ہوں ۔ خدا کی قسم جو کچھ ان کے بارے میں کہا ہے یہ وہ تاریخی حقائق ہیں ۔ جن پر پوری دنیا اور بالخصوص عالم اسلام گواہ ہے ۔ عالم اسلام کی ساری توانائی ، ساری شوکت وعظمت اور طاقت کو اسی انگلستان نے پارہ پارہ کیا ہے ۔ یہ کوئی سو دو سو برس کی ظلم وستم کی کہانی نہیں ، بلکہ سات آٹھ سو برس پرانی کہانی ہے ۔ اس کتاب کا پہلا باب صلیبی جنگوں کے آغاز سے شروع ہوتا ہے ۔ اور اس کا درمیانی صفحہ بوسنیا کی تباہی وبربادی پر ختم ہوتا ہے ۔ انگلستان کے مظالم کی اس روداد کا ورق ورق مسلمانوں کے خون کے چھینٹوں سے رنگین ہے ۔ صلیبی جنگوں میں انگلستان کی پوری سرپرستی حاصل رہی ۔ اور اس کی فوج اور بادشاہ تمام جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف پیش پیش رہے ۔ اس کے بعد بھی ان کی مسلم دشمنی ختم نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے عربوں کو ترکوں کے خلاف (سلطنت عثمانیہ) اٹھایا ۔ اور ہر طرح سے ان کے درمیان اختلافات کو ابھارا ۔ اور طرح طرح کی بغاوتیں سلطنت عثمانیہ کے خلاف وقفہ وقفہ سے انہی کے شہ پر اٹھیں ۔ اور عربوں سے بہت خوشنما وعدے کیے ۔ اور طرح طرح کی لالچیں ان کو دلائیں ۔ انگلستان کی سلطنت عثمانیہ اور عالم اسلام کے خلاف سازشوں کا پردہ ان کے ایک پروردہ جاسوس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ہمفرے) نے اپنی ذاتی ڈائری میں بڑی تفصیلات کے ساتھ لکھی ہیں ۔ اور جس کا لفظ لفظ مسلم دشمنی سے پر ہے ۔ انہوں نے کن کن طریقوں سے عالم اسلام کے قلعہ میں دراڑیں ڈالی ہیں ۔ بہرحال سلطنت عثمانیہ انگلستان کے ہاتھوں ہی کمزور ہوئی اور یوں پہلی بار مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہوئی ۔ سلطنت عثمانیہ کی تباہی کے بعد انہوں نے عربوں کیساتھ ایسا سلوک کیا اور سارے وعدے بھول کر یک لخت آنکھیں بدل لیں ۔ اور انہوں نے عربوں کو پھر کہیں کا نہ چھوڑا ۔

لنڈن کا مشہور عالم ٹرافلگر سوکائر (چوک) :۔

شہر لنڈن کا سب سے بڑا مرکزی چوک جو سیاحوں کا ایک پسندیدہ مقام ہے ۔ یہ بالکل اندرون شہر واقع ہے ۔ اور اس کے اطراف میں کئی اہم تاریخی عمارات اور مقامات واقع ہیں ۔ اور اس کے ساتھ لنڈن کا سب سے بڑا کاروباری مرکز آکسفورڈ سٹریٹ بھی ہے اور اس کے ساتھ پیکاڈلی سرکس بھی قریب ہے ۔ اسی چوک سے شہر کے مختلف علاقوں کیلئے بہت سی بسیں بھی روانہ ہوتی ہیں ۔ اور خصوصاً رات کو انڈرگراؤنڈ ریلوے سسٹم بند ہوجانے کے بعد وہاں کی مشہور دومنزلہ بسیں اسی جگہ سے چلتی ہیں ۔ اس چوک میں کشش کی بہت سی چیزیں ہیں ۔ لیکن اس جگہ کی خصوصی وجہ شہرت ۔ یہاں کے ہزاروں کبوتروں کا مٹرگشت ہے ۔ اور ان کبوتروں کو دیکھنے اور کھیلنے کیلئے دنیا جہاں کے سیاح یہاں پر آتے ہیں ۔ اس جگہ کا محل وقوع کچھ اس طرح سے ہے ۔ یہ ایک بہت بڑا گراؤنڈ سا ہے جس میں اترنے کیلئے کئی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ۔ اس کے ساتھ انڈر گراؤنڈ کے سٹیشن بھی ہیں پھر بالکل درمیان میں ایک بہت بڑے جرنل کا مجسمہ بنایا گیا ہے ۔ اس کے ساتھ نیچے چار عظیم الجثہ شیروں کے بت تانبے وغیرہ سے بنائے گئے ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی اس چوراہے میں کئی خوبصورت فوارے لگے ہوئے ہیں ۔ اور یہاں پر کبوتر مٹرگشت کے انداز میں خراماں خراماں چوپڑیاں بھرتے ہوئے پھرتے ہیں ۔ یہ کبوتر انسانوں سے اس قدر مانوس ہوگئے ہیں کہ انسانوں کے سر اور شانوں اور بازوں کی شاخوں پر کئی کئی کبوتر بلا خوف بیٹھ جاتے ہیں ۔ اور سیاح اس لمحہ کو اپنے کیمروں میں محفوظ کرلیتے ہیں ۔ میں نے زندگی میں اس قدر زیادہ تعداد میں کبوتروں کی فوج ظفر موج اس سے پہلے نہیں دیکھی ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہاں پر کوئی مزار کوئی مقبرہ اور مسجد بھی نہیں پھر بھی یہاں پر ایک بڑا " لنگر خانہ " چل رہا ہے اور اس پر ھزاروں بجوم " صوفیاں " رہتا ہے جو پیٹ کی پوجا پاٹ میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں اور تواضع شکم میں مستغرق ہوتے ہیں ، ان کے درمیان آدمی کو ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے اور پھر جب یہ " قلندروں " کی جماعت بیک جنبش آن واحدہ میں اڑنے کیلئے پروں کو کھولتے ہیں تو فضا میں ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پروں سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کا ایک الگ سماں ہوتا ہے اور پھر دوسرے ہی لمحے میں آسمان کی رفعتیں ان کے لیے جولانگاہ بن جاتی ہیں ۔ چلتے چلتے اس جگہ کی ایک خاص روایت یا "بدعت" کا بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ کہ ان کو سیاح دانے کھلاتے ہیں ۔ ہر سیاح کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے" خوان نعمت" پر ان کی تواضع ہوسکے لیکن یہ چشم سیر ناوک فگن ، شمشیرزن کبوتریاں ہر کس و ناکس کو خاطر میں نہیں لاتیں بلکہ کسی کسی کو اس اعزاز سے نوازا جاتا ہے ۔ میرے دل میں اس خیال خام نے انگڑائی لی کہ ان سے" پرسش طرز دلبری" کروں اور ان کبوتروں کی" نیم کش چشم غزالاں" کی صف مژگاں سے روکشی کروں ۔ لیکن

؎ صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھائیے   طاقت کہاں کہ دید کا احسان اٹھائیے

اور ہر سیاح ان " مقدس طائران انگلستان" کی مزید التفاتی اور قلبی میلان حاصل کرنے کیلئے کچھ باجرہ دانا وغیرہ ان کے حضور" نذر" کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ یوں وہ بھی خریداران یوسف کی فہرست میں جگہ پاسکے ۔ یہ کبوتر اندازے سے زیادہ تیار کا من وسلویٰ کھا کھا کر ماشاء اللہ ان کی صحتیں" ہم جیسوں" کیلئے بھی قابل رشک بن گئی ہیں ۔ کیونکہ

ع ہم قفس کے قیدیوں کو آب و دانا ہے منع

سیاحوں کی اس " فیاضی" نے البتہ شہر لنڈن کے مکینوں کے لیے ایک بڑا مسئلہ پیدا کردیا ہے ۔ کہ وہاں کی عمارتوں کی چھتیں اور خوبصورت درودیوار ان کی بیٹ کی زد میں ہیں اور ہر جگہ کو انہوں نے اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے ۔ ان کبوتروں کے خلاف اب کافی لے دے ہورہی ہے ۔ کہ آیا ان کو ختم کیا جائے یا رہنے ویسے جائے ۔ لیکن باالآخر فیصلہ ان" مست تیار خور قلندران ہوائی" کے حصہ میں آیا اور یہ اب فاتحانہ خرامانہ وسپاھیانہ انداز میں سیاحوں سے" خراج" وصول کررہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ جرات رندانہ میں زبان حال سے یہ دعویٰ بھی کررہے ہیں ۔

؎ ھزار دام سے نکلا ہو ایک جنبش میں   جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

تھوڑی دیر کے لیے میں بھی ایک بار پھر۔بچپن کی یاد تازہ کرتے ہوئے ان" یاران بے تکلف کیساتھ گل مل گیا ۔ ایک" بیداد گر" کبوتر کی ادائے ناز کی زد میں مجھ "سا" بھی آگیا ۔ اور پھر دیکھا دیکھی کئی کبوتر میرے شانوں پر اور کچھ میرے سر کو اپنی نشست گاہ بنانے لگے ۔ حالانکہ اس " شاخ بریدہ" پر ان کیلئے آشیاں بندی کہاں ہوسکتی تھیں ۔اور پھر جو شاخ نشیمن ۔بجلیوں کی آماج گاہ ہو اور پھر۔جس میں ۔بجلیاں آسودہ ہوں اور جس پیڑ کے تمناؤں اور آرزوں کے پھول اور پتیاں بن کھلے ہی مرجھا چکے ہوں تو معلوم نہیں کہ اس غارت شدہ غم کدے میں انہیں کیا رونق نظر آئی جن پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہوں نے اپنی کمند شوق ڈالنا چاہی ، حالانکہ مجھ جیسے برق بداماں و عادی فغاں سے تو اپنا سایہ بھی وحشت اور آتش فشانی کے خوف سے دور بھاگتا ہے ۔

سایہ میرا مجھ سے مثل دود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھیرا جائے ہے

کبھی کبھی تو اپنی اس کیفیت نالہ ہائے زار پر مزید نوحہ خوانی کرنے کو دل چاہتا ہے کہ غم واندوہ اور درد و کرب کی آخر کیا وجوہات ہیں اور کونسے اسباب وعلل ہیں جن کی بناء پر میں آج ایک تصویر پریشاں بن گیا ہوں اور برق وشرر کی " عبادت " کا کیوں خوگر ہو گیا ہوں اور پھر جب دیکھتا ہوں تو آنچ اور تپش اپنے ہی وجود سوزاں سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ۔ الحمدللہ پھر یہ چنگاریاں اپنے سینے کی انگیٹھی ہی سے اٹھتی ہیں یہ بھی اچھا ہے کہ کسی پروانہ کی طرح ادھر ادھر روشنی اور حرارت کیلئے نہیں بھٹکتا ۔ بلکہ یہ چنگاریاں اور شعلے میرے لیے قندیل کا کام دیتی ہیں۔اور ویسے بھی دریوزہ گر آتش بیگانہ بننے سے کیا فائدہ ؟

یہ اللہ کا سو شکر ، کہ پروانہ نہیں میں
دریوزہ گر آتش بیگانہ نہیں میں

اور توکل ، عظم وہمت خوداعتمادی اور خودی کے چراغوں سے اپنے غم خانہ میں تاریکی نہیں ہونے دیتا اور اگر کبھی کسی خاص وجہ سے میرے " ظلمت کدہ " میں غم والم کا جوش بڑھ بھی جائے تو فوراً ہی یاران رفتگاں کی یادوں میں آنکھوں کی شمعیں فروزاں کر دیتا ہوں ۔

جوئے خوں بہنے دو آنکھوں سے کہ ہے شام فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہوگئیں

..... اور پھر اپنے آپ کو قصور وار اور مجرم گردانتا ہوں لیکن اب اس کی کون چارہ سازی کرے اور کون جاکر کوثر وتسنیم سے وہ آب سرد لاکر اس ابدی آگ کا لاوا ٹھنڈا کرے ۔ یہ آگ جو سینوں کے آتش دانوں میں خالق کائنات نے تخلیق آدم کے وقت ہی لگادی تھی۔ اور اب یہ مشعل آتشیں تا قیامت یونہی دہکتی رہے گی اب ہر شخص کے ذوق اور مزاج پر موقوف ہے کہ اس " نعمت کبریٰ " اور سوز وگداز کے حاصل ہونے کے بعد اس آنچ پر کیا دھرتا ہے اور کس کام میں لاتا ہے ؟۔ اب اگر کوئی سالک صادق ہے تو ضرور اسکی روشنی میں " شاہراہ معرفت " اور اس کی منزلوں اور مراتب کو طے کرے گا اور اگر کوئی عاشق سودائی ہے تو یقیناً وہ اس سے خودسوزی کا کام لے گا ، کیونکہ اہل شوق نے ہمیشہ اسی جنس گراں مایہ سے یہی کام لیا ہے ۔ غالب مرحوم نے کیا اچھا شعر کہا ہے :

کیا پوچھئے وجود وعدم اہل شوق کا
آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہوگئے

دیکھئے بے خودی اور انجانے میں " ربط جاں " سے کیسا ساز درد ابل پڑا ؟ اور کیسی کیفیت طاری ہوگئی بقول کیفی مرحوم

کتنے نغمے ہیں جو پردے میں چھپا رکھے ہیں
آپ چھیڑیں تو یہ ساز دل ناساز کبھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جی تو نہیں چاہتا کہ میں اپنی اندرونی کیفیت اور دنیائے دل کی باتوں سے آپ حضرات کو کبیدہ خاطر کروں لیکن کیا کیجئے

ے مرادر دیست اندر دل اگر گویم دہاں سوزد وگردم در کشم ترسم کہ مغزا ستخواں سوزد

یہ اچھا ہوا کہ ان نئے دوستوں کے ساتھ زبان کا مسئلہ نہیں تھا ورنہ ان سے بھی رسم وراہ نکالنے سے محروم رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی شان دیکھیے اگر انسانوں کی طرح حیوانوں میں بھی زبانوں کا مسئلہ ہوتا تو پھر تو بڑا ہی مسئلہ بن جاتا . . . کبوتروں کے طائفہ نے "غٹر غوں" کے استقبالیہ کلمات سے مجھے خوش آمدید کہا۔ اور پھر میں نے بھی "سنت حاتم طائی" کو زندہ کرتے ہوئے گندم کے دانوں کی ڈالی "شاہی اداب" کیساتھ ان "برٹش کبوتروں" کی "بارگاہ" میں پیش کی . . . . . جو انہوں نے طیب خاطر کے ساتھ قبول کر کے تناول کی اور پھر "خمار گندم" سے جھومنے لگے۔ میں کچھ دیر یہاں پر بیٹھا انکی خرام اندازیاں اور مستیاں اور بے تکلفیاں دیکھ کر محظوظ ہوتا رہا۔ مجھے ان معصوم پرندوں سے کسی تعصب، کسی نقصان یا کسی خوف اور اندیشہ ہائے دور دراز کا ڈر نہ تھا۔ چلو اچھا ہوا کوئی تو دیار غیر میں اپنا بھی ہم نشین نکلا۔ میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک ایک پھر کی سی آواز فضا میں بلند ہوئی اور یہ کبوتریں کسی کی تلاش میں کسی دوسری منزل کی شوق میں آواز جرس پر فلک نیلگوں کی وسعتوں میں پھیل گئے۔ اور میرے مرغ دل کو تنہائی کے احساس نے دوبارہ ستانا شروع کیا

ے دل نیست کبوتر کہ پر دباز نشیند از گوشہ بامے کہ پریدیم پریدیم

اس کے بعد اپنے سینے کے پنجرے میں مقید قلب وجگر کے "طایران پر بریدہ" کی حالت زار دیکھی تو ہونٹوں پر بے اختیار غالبؒ کا یہ شعر آگیا۔ ے

خزاں کیا فصل گل کہتے ہیں کس کو کوئی موسم ہو وہی ہم ہیں اور ماتم بال و پر کا ہے

تاہم اپنا مرغ فکر تخیل بھی ان کبوتروں کے ساتھ ساتھ وسعت افلاک میں اڑتا چلا جارہا تھا۔ جس تک رسائی اور اسکی ہمسری یہ بے چارے کیسے کر سکتے تھے۔ اس مقام بلند کی آرزو میں تو بے چارے عنقا کے بال و پر بھی جل گئے، کیونکہ میں تو ع آں جا رسیدہ ایم کہ عنقا نہ میرسد

انسان بھی ایک عجیب شے ہے، بچارے کا فکر تخیل تو افلاک سے اوپر عالم ملکوت اور جہان بالا کی سیر میں مصروف رہتا ہے، جبکہ یہ خود اس کرہ ارض پر نقش پا کی مانند رہتا ہے۔ ضرور کبھی نہ کبھی ہر انسان شکوہ سنجی پر مجبور ہوگا۔ کہ میں کیسے اشرف المخلوقات کی خلعت فاخرہ سے نواز گیا ہوں۔ کہ کرگس اور زاغ وزغن تو کھلے آسمانوں میں اڑیں اور میں صرف "شوق پرواز" کیلئے تڑپوں۔ ے

وہ جو اڑ سکتے ہیں ان پر بندش پرواز ہے طائران پر بریدہ کو کھلا رکھا گیا (جاری ہے)

© rasailojaraid.com